فضیلتِ علم

جمعہ کے روز قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ مولوی احمد سکنہ پھنانی، سید صالح شاہ سلطان پوری اور دوسرے احباب بھی موجود تھے۔ طلبِ علم کا موضوع چھڑا، خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ کسبِ علم میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر یہ حدیث شریف پڑھی۔

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد	پنگھوڑے سے لے کر قبر (میں پہنچنے) تک علم حاصل کرو۔

سید اللہ بخش نے عرض کیا سالک کے لیے کتنا علم ضروری ہے۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ سالک کم از کم کنز الدقائق تک کے نصاب کو خوب سمجھتا ہو۔ سید مذکور نے عرض کیا کہ غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ اگر سالک نماز پنجگانہ کا علم رکھتا ہو تو اس کے لیے یہ بھی کافی ہے۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ اگرچہ اتنا علم بھی کافی ہے مگر ہمارے خاندان میں اعلیٰ وظیفہ ہی کسبِ علم ہے، جیسا کہ رسولِ خدا نے اس بارے میں تاکید فرمائی ہے۔

بتذھد بغیر علم فقد مات کافراً وجن جنوناً	جس نے (حصول) علم کے بغیر زہد اختیار کیا وہ کفر کی موت مرا اور اس پر ایک قسم کا جنون مسلط کر دیا گیا۔

کسی بزرگ کا شعر ہے:

اگر بے علم کارے پیش گیرد
شود کافر ویا دیوانہ میرد

پھر آپ نے فرمایا - عالمِ باعمل کی دو رکعت نماز تمام دنیائے بے علم کی عبادت سے بہتر ہے - سید موصوف نے پھر عرض کیا کہ اکثر لوگ تو مفسر یا محدث بننے کے لیے پڑھتے ہیں نہ کہ رضائے الٰہی کی نیت سے - پس ایسے علم کا کیا فائدہ ؟ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا علم رضائے الٰہی کے لیے علم حاصل کرنا چاہیئے نہ کہ شیطان کی خوشنودی کے لیے - خلوص نیت کے بغیر کسبِ علم ایک شیطانی فعل ہے - سید موصوف نے پھر عرض کیا کہ جب ذکرِ جہر و خفی اور دوسرے وظائف کی بدولت بھی حصولِ اخلاص یقینی نہیں تو پھر کسبِ علم میں اخلاص کا برقرار رکھنا کیسے ممکن ہے ؟ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا - اگرچہ خلوصِ نیت کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا لیکن عملِ صالحہ کا ترک بھی شیطانی فعل ہے اور شیطان کی یہی کوشش ہے کہ لوگ دولتِ علم سے بے بہرہ رہ کر عملِ صالحہ سے محروم ہیں -

پھر فرمایا - ہدایت کا پانا علم پر موقوف نہیں -

والله یهدی من یشا الی صراط المستقیم — اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف لے آتا ہے -

نیز یہ کہ اگر ہدایت کا مدار صرف علم پر ہوتا تو ابلیس اپنے اتنے علم و فضل کے باوجود گمراہ نہ ہوتا -

بعد ازاں ایک طالب علم نے عرض کیا کہ میں کسبِ علم کا شوق رکھتا ہو لیکن میں مجبور ہوں کہ میرے والد صاحب ضعیف اور نحیف ہیں اور وہ اس امر کی اجازت بھی نہیں دیتے کہ میں کہیں اور جا کر پڑھوں - آپ اس بارے میں جو ارشاد فرمائیں میں اسے بسر و چشم قبول کروں گا -

آپ نے فرمایا - تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے ؟ اس نے عرض کیا کوئی نہیں - آپ نے فرمایا اگر تم اپنے باپ کی راحت و خدمت کی کوئی اور صورت پیدا کر سکو تو علم حاصل کرو ورنہ حقوقِ والدین دوسرے تمام حقوق پر مقدم ہیں - لہٰذا تم والد کے جیتے جی اس کی خدمت کرو کیونکہ علم سے مقصود بھی عبادت اور حق شناسی ہے - اس نے پھر عرض کیا کہ کوئی وظیفہ ارشاد ہو ؟ آپ نے فرمایا ہزار بار کلمہ طیبہ اور ہزار بار درود شریف روزانہ پڑھ لیا کرو -

کسی اور شخص نے عرض کیا حصولِ علم کے لیے کوئی اور وظیفہ فرمائیں - آپ نے فرمایا - صبح

کی نماز کے بعد سو مرتبہ یا علیم علمنی پڑھا کرو - اور التجا کیا کرو کہ اے خداوند کریم اس اسم مبارک کے طفیل مجھے علم عطا فرما -

پھر آپ نے فرمایا - گردشِ روزگار سے میرا دمِ آخریں قریب آپہنچا ہے لیکن پھر اب بھی میرے اندر کتب سلوک و توحید کے مطالعے کا شوق ذرہ برابر کم نہیں ہوا - بندہ نے عرض کیا عشق کو ضعیفی سے کیا کام ؛ بلکہ عشق تو ہر حالت میں رو بہ ترقی رہتا ہے -

اس کے بعد ضیاء الدین قوال نے عرض کیا دعا فرمائیں کہ میں فنِ موسیقی پر قدرت حاصل کرلوں - خواجہ شمس العارفین نے فرمایا - تمام کاموں کی بنیاد علم پر ہے - جب تک تم حصولِ علم میں استقامت نہیں دکھاؤ گے فنِ موسیقی کو کیا خاک پاؤ گے ؟ -

پھر فرمایا - جب برخوردار محمد دین (صاحب) ، میرو قوال اور چند دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو برجِ نظامی میں حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے - مہاروی حضرات کے علاوہ بہت سے درویش بھی وہاں موجود تھے - میرو قوال نے بڑی سُریلی آواز سے یہ غزل پیشِ خدمت کی -

خلوت گزیدہ را بہ تماشا چہ حاجتست ؟
چوں کوئے دوست ہست بصحرا چہ حاجتست ؟

غزل کے خاتمے پر صاحب زادہ غلام فخر الدین صاحب مہاروی نے برخوردار محمد دین (صاحب) کو کہا آپ کے قوال کو کلام تو بہت اچھا یاد ہے لیکن علم سے نابلد ہونے کی وجہ سے صحتِ الفاظ کا التزام نہیں رکھ سکتا -

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے علم کا ذکر چھڑا - سید اللہ بخش حاجی پوری نے عرض کیا کہ اس آیت " وعلم آدم الاسماء کلها " کی تفسیر کیا ہے ؟ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا - حق تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام علوی و سفلی مخلوقات کے نام بلکہ تمام موجودات کی تاثیرات اور تمام خشک و تر کی کیفیت و ماہیت سکھلا سمجھا دی - پھر یہ مصرعہ پڑھا ؎

علم الاسماء یک رقم از دفتریست

(یعنی آدم علیہ السلام کا علم الاسماء تو اللہ تعالےٰ کے لامحدود ازلی علم کے دفترِ ضخیم کی ایک معمولی سی عبارت ہے)

پھر فرمایا۔ تفسیرِ حسینی میں اس طرح مذکور ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم الاسماء کی دولت سے مشرف فرمایا تو اس کے بعد اس مخلوقات کو، جن کے نام آدمؑ کو پہلے سکھا دیئے گئے تھے، فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا اور حق تعالےٰ نے فرمایا۔ مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ جو تمہارے سامنے ہیں تاکہ تم آدمؑ کے استحقاقِ خلافت پر نکتہ چینی کرنے میں حق بجانب ٹھہرائے جا سکو۔ فرشتوں کی نکتہ چینی یہ تھی کہ آدم خلافتِ الٰہیہ کے لیے سزاوار نہیں، یہ متضاد عناصر کا مجموعہ ہے، اس لئے اس کے وجود سے شر و فساد کے ظہور کا اندیشہ ہے، اور ہم چونکہ نورانی مخلوق ہیں اور ہر وقت اللہ کی اطاعت میں اس کی تقدیس و تسبیح میں مشغول ہوتے ہیں، لہٰذا منصبِ خلافت کے صحیح حقدار ہم ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ خلیفہ کے لیے علم کا ہونا لازمی شرط ہے اور تمہیں یہ چیز حاصل نہیں۔ فرشتوں نے پیشِ نظر اشیاء کے اسماء سے اپنی جہالت کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت کے طور پر حضورِ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ ہم تیری ذات کو تمام نقائص سے منزہ تسلیم کرتے ہیں۔ ہمیں تیری پاکیزگی بیان کرنے کا اور کوئی ڈھنگ نہیں آتا سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے، تو ہی عقل سکھانے والا پختہ کار اور احسن کردگار ہے۔ قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم ۞ اس آیت سے دو چیزیں معلوم ہوئیں، ایک تو عبادت پر علم کی فضیلت کیونکہ فرشتوں کے ہاں عبادت کی کمی نہ تھی لیکن علم کی وجہ سے فضیلت آدمؑ کو ملی، دوسرے یہ کہ بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کا اظہار موجبِ نقصان ہوتا ہے، جیسے ابلیس نے آدمؑ کی مخالفت کو بے پردہ ظاہر کر کے اپنی جان کو ابدی بدبختی اور جاودانی لعنت میں مبتلا کر لیا۔

پس اے عزیز! تمہیں چاہیئے کہ اپنے قیمتی سرمایۂ حیات کو علمِ دین کی تحصیل میں صرف کر کے سعادتِ دارین حاصل کرو اور بغض و عداوت سے اجتناب کرو تاکہ تمہاری

سیرت میں ملکوتی شان جھلکنے لگے۔

اس کے بعد آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چھڑا۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا جب حضرت موسیٰؑ کی روح نے حضرت آدمؑ کی روح سے ملاقات کی تو کہا کہ آپ کے دانہ کھانے کی وجہ سے ہم اس طرح کی جکڑ بند میں گرفتار ہوئے، اگر آپ دانہ نہ کھاتے تو ہم اس طرح کی مصیبتوں میں کیوں اُلجھتے ؟ آدمؑ کی روح نے جواب دیا ہمیں کیوں ملامت کرتے ہو؟ اپنی ہی کتاب میں دیکھ لو، خدا تعالےٰ نے میری پیدائش سے آٹھ ہزار سال قبل میرا رزق تیار کر لیا تھا، لہذا میرا اس میں کیا دخل ہے؟ اگر خدا کا ارادہ اس طرح نہ ہوتا تو میں دانہ کب کھا سکتا تھا۔ یہ سُن کر موسیٰؑ لاجواب ہو گئے۔

اسی موقع پر سید اللہ بخش نے عرض کیا اگر آپ کا ارشاد برحق ہے تو پھر کسی کو بھی ملامت نہیں کرنی چاہیئے جب کہ تمام اُمورِ خیر و شر منشائے ایزدی سے ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام اُمور کا مبداء اُسی کے دستِ قدرت میں ہے اور پھر یہ مصرعہ پڑھا ؎

کجھ دوس نہیں بانکے یار نوں جے، لکھے اپنے نوں پٹی رُنیاں میں

یعنی جو کچھ تقدیر کی تحریر میں قلمبند ہو گیا ہے، وہی مشیّتِ ایزدی کے تقاضے سے ظہور پذیر ہوتا ہے، لیکن درویش کو چاہیئے کہ نیک کاموں کو حق تعالیٰ سے منسوب کرے اور افعالِ قبیحہ کو اپنے نفس سے منسوب کرے۔[1]

چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے :-

مَا اَصَابَكَ مِن حَسَنَةٍ	تمہیں جو بھلائی بھی پہنچتی ہے اللہ کے فضل
فَمِنَ اللهِ وَمَا اَصَابَكَ	کی وجہ سے پہنچتی ہے اور تم پر جو مصیبت

---

[1] اسی مضمون کو خواجہ حافظ شیرازی نے یوں بیان کیا ہے۔ (مترجم)

گناہ اگرچہ نبود اختیارِ ما حافظ

تو در طریقِ ادب کوش وگو گناہ من است

مِنۡ سَیِّئَۃٍ فَمِنۡ نَّفۡسِکَ ؕ بھی آتی ہے تمہارے اپنے نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔

سیّد مذکور نے پھر عرض کیا کہ جب تمام اُمور خیر و شر کا مبدا و وہی ایک ہے تو پھر فرقۂ جبریہ اور فرقۂ صوفیہ میں کیا اختلاف ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جبریہ فرقے کے پیرو تعداد اور تکثر کے قائل ہیں لیکن صوفیہ وحدت کے قائل ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبریہ اوامر و نواہی کی پابندی میں سُست ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں، ہم تو مجبور محض ہیں، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ لیکن صوفیہ حق تعالےٰ کی اطاعت میں ہر وقت مستعد اور منہمک رہتے ہیں اور محبوبِ حقیقی کے ہر امر کو عین سعادت قرار دیتے ہیں

اسی ضمن میں مولوی معظم دین صاحب مروالی نے عرض کیا ایک یہ فرق بھی معلوم ہوتا ہے کہ جبریہ اللہ تعالےٰ کے اسم مضل کے مظہر ہیں اور صوفیہ اسم ہادی کے۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ چونکہ یہ دونوں اسماء ایک ہی اصلِ واحد تک پہنچتے ہیں لہذا درحقیقت دونوں فرقے مرتبۂ احدیت کے اعتبار سے ایک ہی چیز ہیں اور مرتبۂ واحدیت کے لحاظ سے دو مختلف چیزیں ہیں۔

بعد ازاں، تحصیلِ علم کا ذکر چھڑا۔ آپ نے مولوی غلام محمد سے پوچھا " نور محمد اب کیا پڑھتا ہے؟" مولوی غلام محمد نے جواب دیا۔ ابھی تک اس نے قرآن ختم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ آدمی کو چاہیئے کہ بچپن سے ہی کسبِ علم میں جد و جہد کرے ورنہ وہ محروم رہتا ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ نور محمد اُستاد کی پٹائی کے خوف سے مدرسے سے اُٹھ کر فلاں شخص کے پاس پرائیویٹ پڑھتا ہے۔ آپ نے یہ مصرعہ پڑھا ؏

جورِ اُستاد بہ ز مہرِ پدر

اور فرمایا۔ اُستاد کا حق والدین کے حق سے مقدم ہے، اس لیے کہ والدین جسم کی پرورش کرتے ہیں اور اُستاد روح کی تربیت کرتا ہے۔ نیز فرمایا۔ درویش کو علم حاصل کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر تکمیلِ سلوک ناممکن ہے۔

اسی ضمن میں غلام حسین قریشی نے عرض کیا کہ دو کمسن بھائی تھے۔ ایک تحصیل علم

اور دوسرا کسب معرفت میں لگ گیا۔ ایک دفعہ عالم بھائی اپنے سالک بھائی سے ملنے گیا۔ تو اُسے وہاں سخت بدبو کا احساس ہوا، اور کہنے لگا " بھائی مجھے تم سے بدبو آ رہی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟" سالک نے کہا۔ "کل بادشاہ میری ملاقات کو آیا تھا، اس کے لباسِ فاخرہ سے میرے مشام معطّر ہوئے اور میرا نفس محظوظ ہوا، لہذا نفس کی مخالفت کے لیے میں نے اپنی ناک پر مُردہ چوہا باندھا ہوا ہے"۔ عالم بھائی نے پوچھا "کتنا وقت ہوا ہے؟" سالک بھائی نے جواب دیا " دو دن سے"۔ عالم نے کہا۔ "پس دو دن کی نمازیں لوٹاؤ کیونکہ طہارت کے بغیر نماز جائز نہیں"۔

آپ نے فرمایا۔ زہد و تقویٰ وہی اچھا ہے جو سنّتِ رسولؐ کے مطابق ہو، جیسا کہ سعدیؔ نے فرمایا ہے ؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائی بر مصطفےٰؐ

ترجمہ :۔ بیشک تم زہد و عبادت اور تزکیۂ باطن کے لیے کوشش کرو، لیکن سنّتِ رسولؐ پر ہرگز سرِ مو اضافہ نہ کرو۔

بعد ازاں، عبدالحکیم نامی ایک شخص بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ تم نے کتنی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں؟ اس نے کہا۔ شرح وقایہ، خیالی اور ملاحسن وغیرہ۔ آپ نے فرمایا۔ اکثر لوگ علوم ظاہری میں ہی لگے رہتے ہیں اور سلوک و توحید کی کتب مثلاً امام غزالیؒ اور مولانا جامیؒ کی تصانیف کا مطالعہ نہیں کرتے، حالانکہ تمام علوم کا اصل مدعا یہی ہے کہ انسان واصل بحق ہو جائے۔ چنانچہ کسی بزرگ کا قول ہے ؎

علم نحو و صرف خوانی فقہ خوانی یا اصول
جز وصالِ حق تعالیٰ دُور مانی اے جہول

ترجمہ :۔ صرف و نحو کا علم ہو یا اصول و فقہ کا، اگر یہ وصالِ حق تعالےٰ کے علاوہ کسی اور مقصد کی طرف رہبری کریں تو ان سے پرہیز ضروری ہے۔

پھر فرمایا۔ مولانا روم کی مثنوی اور ابن عربی کی فصوص الحکم دونوں کا مطالعہ رکھنا چاہئیے کیونکہ یہ دونوں کتابیں سلوک و توحید کے جواہر نادرہ کا گنج گراں مایہ ہیں۔

بعدازاں فرمایا۔ ایک مرتبہ جب میں حضرت تونسوی کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ نے خاص طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی کتاب عوارف المعارف تصوف کے موضوع پر نہایت عمدہ کتاب ہے، تمہیں اس کا مطالعہ کرنا چاہئیے، اگر تمام کتاب نہ پڑھ سکو تو کم از کم "آدابِ شیخ" والا باب ضرور دیکھ لینا چاہئیے۔

بعدازاں فرمایا۔ ہم نے مدتِ دراز تک مثنوی رومی کا مطالعہ برابر جاری رکھا اور چھ کے چھ دفتروں کا حاصلِ مطلب خدمت و اطاعتِ شیخ ہی نظر آیا۔ سالک جب "اطاعتِ شیخ" کی منزل سے کامیابی کے ساتھ گزر جائے تو اسے سلوک و معرفت کے تمام مراتب حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ خود "اطاعتِ شیخ" عینِ "اطاعتِ خدا اور رسول" ہے۔ بقول مولانا روم ؎

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ
گر جدا بینی ز حق تو خواجہ را
گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

یعنی۔ اگر تم اطاعتِ شیخ میں درجۂ کمال پیدا کر لو تو اسی میں تمہیں قربِ خدا اور قربِ رسولؐ حاصل ہو گا اور اگر تم اطاعتِ شیخ کو اطاعتِ الٰہی میں مخل سمجھتے رہے تو کتابِ توحید کے مطلب و معنی سے تم کورے کے کورے رہ جاؤ گے۔

بعدازاں فرمایا۔ سالک کو چاہئیے کہ سلوک کے ابتدائی مراحل میں امام غزالی کی کیمیائے سعادت اور سلوک کی آخری منازل میں مثنوی رومی کا مطالعہ کرے۔ بندہ نے عرض کیا، کتب بینی سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا۔ مطالعہ مسطر کی مانند ہے، جس طرح کاتب سیدھے اور موزوں و متناسب مسطر پر لکھتا ہے۔ اسی طرح صاحبِ مطالعہ بھی احکامِ شریعت کو سمجھ کر اُن کے مطابق اپنے اعمال کو آسانی سے ڈھال لیتا ہے۔

بعد ازاں، خواجہ شمس العارفین کی عمر اور آپ کی تعلیم کا ذکر شروع ہوا۔ صاحبزادہ محمد دین صاحب نے عرض کیا، اب آپ کی عمر کیا ہے؟ ارشاد ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً چوراسی[۱] سال ہے۔ صاحب زادہ صاحب موصوف نے پھر عرض کیا، جناب کا تعلیمی دَور کیسے طے ہوا؟ فرمایا۔ بساکھ اور جیٹھ کے دو مہینوں میں میں نے موضع میکی ڈھوک میں کر بِیا اور نامِ حق کا درس لیا۔ اس کے بعد قصبہ کھڈ شریف میں ملوں احمد دین صاحب کی خدمت میں پند نامہ عطار شروع کیا، حتیٰ کہ نظم کی تمام درسی کتابیں انھیں سے پڑھیں۔ اس کے بعد صرف، نحو اور منطق کی کتابیں مولوی محمد علی صاحب سے پڑھیں، تیرہ سال وہیں گزار دیئے۔ اس کے بعد دو سال موضع آخلاص میں گزارے۔ پہلے سال شرحِ وقایہ اور دوسرے سال مُطوّل کو پڑھ ڈالا۔ اس کے بعد چھ ماہ کابل شہر میں رہ کر ہدایہ شریف کو پڑھا اور ساتھ ہی علمِ حدیث کی سند بھی لی۔ اس کے بعد تونسہ شریف میں حضرت خواجہ تونسوی کی خدمت میں رہ کر تصوف کی چند کتابیں پڑھیں؛ جن میں خاص طور پر لوائح جامی، لمعاتِ عراقی، شرح لمعاتِ جامی، سواء السبیل، کشکولِ کلیمی اور مرقع کلیمی قابلِ ذکر ہیں۔

ضمناً بندہ نے عرض کیا، خواجہ تونسوی کا تعلیمی کردار کیا تھا؟ فرمایا۔ آپ نے ابتدائی عمر میں اپنے آبائی علاقے دُرگ میں پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد موضع تونسہ شریف میں حسن علی کے مدرسے میں نظم کی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد تونسہ شریف کے مضافات میں موضع لانگھ سیحن میں مولانا ولی محمد کے پاس نظم کی چند کتابیں پڑھیں اور پھر عربی علوم کی تحصیل کے لیے کوٹ مٹھن پہنچے اور قاضی احمد علی صاحب بن حضرت قاضی عاقل محمدؒ سے سبق شروع کیا۔ چند سال تک وہاں پڑھتے رہے۔ اس کے بعد ایک دن جب حضرت خواجہ مہارویؒ موضع اوچ میں تشریف فرما تھے تو اپنے استاد احمد علی صاحب

---

[۱] اس کے بعد آپ تین سال زندہ رہ کر واصل بحق ہوئے۔ لہٰذا، اس حساب سے آپ کی عمر مبارک ستاسی (۸۷) سال بنتی ہے۔ (مترجم)

کے ہمراہ وہاں جاکر خواجہ مہاروی سے بیعت کرلی۔

بعدازاں، خواجہ نور محمد مہاروی کے تعلیمی کردار کا ذکر چھڑا۔

فرمایا ـــــــــ خواجہ مہارویؒ نے دہلی میں علوم عربیہ کی تحصیل شروع کی۔ آپ کا ایک درویش تھا جو روٹی کے چند ٹکڑے مانگ لاتا اور آپ کے سامنے رکھ دیتا۔ انہی دنوں مولانا فخرالدینؒ اورنگ آباد سے دہلی تشریف لائے اور کسی جگہ اقامت گزیں ہوئے۔ ایک دن خواجہ مہاروی کا درویش مولانا کے مکان پر گیا، مولانا نے اس درویش صورت جان کر روٹی عنایت کی۔ درویش جب واپس آیا تو اس نے خواجہ مہاروی کو بتایا کہ آج یہاں ایک آدمی آیا ہے جس کو دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہوا ہے۔ وہ پچاس ساٹھ گز کے قریب شلوار رکھتا ہے، بہت بڑی اور کھلی قبا کے علاوہ خوبصورت کلاہ اور شملہ دار دستار اس کے زیب سر ہے، بظاہر وہ امیر کبیر شخص معلوم ہوتا ہے، لیکن جب میں نے اس کی گفتگو سنی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک عالم شخص ہے۔ خواجہ مہاروی کے جی میں آئی کہ اس عجیب وغریب شخص کو چل کر دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ درویش کو ہمراہ لے کر مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولاناؒ نے پوچھا، تم کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا قطبی پڑھتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو میرے ساتھ سبق کا تکرار کرلو۔ انہوں نے کہا میں آپ جیسے "بدعتی" سے سبق کا تکرار نہیں کروں گا۔ مولانا نے فرمایا، تم اپنا کام کرو میری بدعت سے تمہیں کیا سروکار؟

جب دوسرے دن خواجہ مہاروی نے استاد کے سامنے کتاب کھولی تو ان کی طبیعت بند ہوگئی اور جس قدر غور وفکر زیادہ کیا سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ استاد نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم ایک حرف بھی نہیں پڑھتے ہو، اگر کسی کو ناراض کر بیٹھے ہو تو اس کو راضی کرو۔ دل میں خیال آیا کہ شاید کل جس آدمی کے ساتھ گستاخانہ جرأت سے باتیں ہوئی ہیں، کہیں یہ اسی کی شامت نہ ہو؟ چنانچہ مولاناؒ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ کل میں نے آپ سے نامناسب باتیں کی تھیں، آپ معاف فرمائیں اور میرے ساتھ سبق کا تکرار بھی کریں۔

چند دنوں تک وہ تکرارِ سبق کے لیے برابر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے

ایک دن مولاناؒ نے فرمایا تمہارے لیے یہ سبق بہتر ہے کہ تم اللہ اللہ کرو۔ اس فرمان کا خواجہ مہاروی پر گہرا اثر ہوا، انھوں نے مولانا سے بیعت کر لی، کسبِ علم کا شغل وہیں کا وہیں رہا اور شغلِ باطنی میں منہمک ہو گئے۔

بعد ازاں، قاضی محمد عاقل صاحب کے نظامِ درس و تدریس کا ذکر چھڑا، فرمایا۔ ان کا عربی مدرسہ بڑا ترقی کر چکا تھا۔ ان کے ہاں اساتذہ کے علاوہ بالائی کتابیں پڑھنے والے یعنی منتہی تقریباً اسّی کی تعداد میں موجود رہتے تھے اور ان کے علاوہ بھی طالبعلموں کی ایک بہت بڑی تعداد زیرِ تعلیم رہتی تھی۔

پھر فرمایا۔ خواجہ تونسوی کے خلیفہ مولوی احمد دین فرماتے تھے کہ قاضی محمد عاقل بڑے مالدار تھے، چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے خواجہ مہاروی کے سامنے لاکھ روپیہ نذر رکھا اور عرض کیا کہ میں نے نہایت حقیر نذرانہ پیش کیا ہے۔

اسی موقع پر صاحب زادہ محمد دین صاحب نے عرض کیا کہ قاضی محمد عاقل اور حافظ محمد جمال ملتانی کی ذات کیا ہے؟ فرمایا۔ مجھے یاد نہیں، لیکن ذات سے کیا غرض جب کہ مقصود حصولِ عشق ہے ؎

عشق را با مومن و کافر نباشد احتیاج
ایں سخن بر مسجد و میخانہ می باید نوشت

ترجمہ:۔ مسجد و میخانہ کی لوحِ باب پر، یہ بات کھلے لفظوں میں لکھ کر مشتہر کر دینی چاہیئے کہ "نگاہِ عشق" کفر و ایمان کے درمیان سرِ مُو امتیاز کی بھی قطعاً روادار نہیں۔

بعد ازاں، خواجہ تونسوی کے سلسلۂ درس و تدریس کا ذکر چھڑا، فرمایا۔ تیئس علمائے کامل تونسہ شریف میں درس دیتے تھے اور بیس یا اس سے زیادہ سبق ہر استاد پڑھاتا تھا، اس کے علاوہ چاروں طرف سے دوسرے مشہور و معروف علما بھی آیا کرتے تھے۔

پھر فرمایا۔ توحید کی کتابیں مثلاً لوائح اور لمعات وغیرہ کو میں بغل میں لیے حضرت تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑتی تو ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنے پاس بُلا کر سبق پڑھاتے اور دورانِ سبق اکثر اوقات بڑی گرمجوشی کا مظاہرہ

کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ جہار شریف کے درویش خانے میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اردگرد خاص وعام کا ہجوم تھا۔ اس حالت میں بھی، جب کہ آپ کو فراغت نہ تھی، اپنے ہاتھ سے آپ نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے فی الفور آپ کے پاس پہنچ کر کتاب کھولی اور سبق پڑھا۔

بعد ازاں، فرمایا۔ درویش کو علم پڑھنا چاہیئے تاکہ وہ تظاہر اور ریاکاری کی شامت سے بچ سکے۔ اسی اثنا میں چھچھ ہزارہ سے ایک آدمی آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے سولہ مرتبہ حج کیا ہے اور اس کے بعد مدتِ دراز تک میں بغداد میں مقیم رہا، اس دوران میں نے بڑی سخت ریاضت کی، چنانچہ میں نے بغیر کچھ کھائے کے دو چلے کاٹے اور قادری طریقے کے مطابق خلافت کے درجے تک پہنچا، اور اس وقت سے اب تک سلطانِ روم کی طرف سے میرا وظیفہ مقرر ہے۔

خواجہ شمس العارفین نے بندہ کی طرف روئے سخن مبذول کرتے ہوئے فرمایا۔ افسوس ہے اس شخص پر جس نے حصولِ دنیا کے لیے اپنی قیمتی عمر ضائع کردی اور خالی ہاتھ کوچ کیا۔ بعد ازاں، فرمایا۔ علم بڑی عجیب نعمت ہے، اگر یہ شخص علم رکھتا ہوتا تو ہرگز عباتِ ریائی اور حصولِ دنیا میں مشغول نہ ہوتا۔

پھر فرمایا۔ اکثر لوگ تسخیر کے لیے عبادت کرتے ہیں اور لوگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ جن سے وہ مانگتے ہیں وہ بھی قاضی الحاجات کی درگاہ کے محتاج ہیں۔ درویش کو خالقِ حقیقی کی عبادت محض اس کی رضا کے لیے کرنی چاہیئے کیونکہ ہر حالت میں وہی کارساز ہے۔

بعد ازاں، علمِ سحر کے ظہور کا ذکر چھڑا، بندہ نے عرض کیا کہ علمِ سحر کس شخص سے ظاہر ہوا ہے؟ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔ علمِ سحر قدیمی ہے اور اس کا ظہور ہاروت و ماروت دو فرشتوں سے ہوا ہے۔ تفسیرِ حسینی میں مذکور ہے کہ یہ دو فرشتے گناہگار لوگوں پر اکثر طعنہ زنی کرتے تھے۔ اللہ تعالٰی فرماتا تھا کہ وہ تو نفس اور اس کی خواہشات سے

ں زیادہ بدکردار ثابت ہوگے۔ فرشتے اس امر پر تردید آمیز اظہارِ حیرت کرتے
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بشری نفس لگا کر، انہیں لوگوں پر حکومت کر
ے زمین پر بھیج دیا۔
زمین پر آکر وہ زہرہ نامی ایک عورت پر فریفتہ ہو گئے اور شراب کے نشے میں دُھ
بت پرستی اور قتلِ ناحق کے مرتکب ہوئے۔ اللہ نے آسمان پر ان کا داخلہ بند
ہ اسی دنیا میں ان کے لیے عذاب مقرر کیا۔ اور ابھی تک وہ چاہِ بابل میں سر کے
ں سے لٹکے ہوئے عذاب لے رہے ہیں۔ ان پر علمِ سحر اس لیے نازل ہوا تھا کہ اس
نے میں جادوگر لوگ نبوت کا دعوٰے کرتے تھے۔ اللہ نے ان فرشتوں کو زمین پر نازل
ے سے پہلے اسمِ اعظم کا علم عطا فرمایا تاکہ وہ عقلمند لوگوں کی ایک جماعت کو اس کی
دیں جس سے وہ جادو کی حقیقت سے آگاہ ہو کر مدعیانِ نبوت کا ڈٹ کر مقابلہ کر
طرح علمِ سحر زمین پر منتشر ہو گیا۔
پھر فرمایا۔ علمِ سحر کی تاثیر کافروں سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے یعنی جس قدر ناپاکی زی
ر کی جائے اسی قدر علمِ سحر کی تاثیر بڑھتی ہے۔ اسی طرح علمِ دین نیکوکاروں سے
ں پاتا ہے، جتنا کسی کی عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے اتنا ہی اس کے علم کو زوال
ے گا۔
